قرآنی طرز زندگی میں بچوں کی توحیدی تربیت

فائزہ علی*

خلاصہ:

انسان اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز مخلوق ہے جو الٰہی کمالات و صفات سے متصف ہے۔یہ کمالات بغیر تربیت کے نکھر نہیں سکتے۔لہذا انسان کو تربیت کی ضرورت ہے یہاں ایسی ضرورت مراد ہے جس کے بغیر کوئی شئے اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتی۔انسانی تربیت کی ضرورت کے بارے میں قرآن و فرامین معصومین میں تاکید کی گئی ہے۔اگر ایک بچے کی توحیدی تربیت کو مد نظر رکھا جائے تو باقی تمام عقائد خود بخود درست ڈگر پر چلنے لگتے ہیں اسی اہمیت کے پیش نظر اس مقالے میں سب سے پہلے مفاہیم شناسی،اس کے بعد تربیت کی اہمیت و ضرورت کو بیان کیا گیاہے۔ضرورت و اہمیت بیان کرنے کے بعد فلسفہِ تربیت کو مختصراً بیان کیااور اس کے بعد تربیت توحیدی کے اہداف قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیے۔تربیت توحیدی کے اصول اور تربیت توحیدی کے طریقے ذکر کرنے کے بعد سب سے آخر میں حاصل شدہ نتیجہ کو ذکر کیا ہے۔ان تمام مختصر موضوعات کو قرآن و سنت کی نظر میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ہر ایک کی راہنمائی ہو سکے۔

کلیدی کلمات: قرآن، سنت، تربیت، توحید، والدین

مقدمہ:

انسان اللہ کی حیرت انگیز مخلوق اور قدرت کی بلند ترین نشانی ہے۔انسان تمام الٰہی صفات وکمالات لے کر پیدا ہوا ہے تاکہ وہ خلیفہ الٰہی کے مقام تک پہنچ سکے اور انسان کی یہ استعداد بغیر تربیت کے ممکن نہیں اور بچے کی تربیت اس کے گھر سے ہوتی ہے۔بچوں کی زندگی پر اس کے گھر کے ماحول، مدرسہ اور معاشرہ سب سے زیادہ اثرانداز ہوتے ہیں۔ماں کی گود بچوں کی پہلی درسگاہ

* طالبہ شعبہ معارف وعلوم قرآن جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، اسلام آباد

ہوتی ہے،اس لیے ان کو بچوں کی تربیت میں زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ تربیت کرنے میں بنیادی طور پر انہیں نصیحت کرنااوران کی اصلاح کرنا شامل ہے۔ بچوں کی تربیت کرنا باغبانی کرنے کی طرح ہے۔ ایک مالی جس طرح پہلے مٹی کو نرم کرتا ہے، پھر پودوں کو پانی دیتا ہے، کھاد ڈالتا ہے اور انہیں نقصان دہ کیڑوں مکوڑوں اور جڑی بوٹیوں سے بچاتا ہے۔ جب پودا بڑھتا ہے تو کبھی کبھار مالی کواس کی کچھ ڈالیاں کاٹنی پڑتی ہیں تاکہ پودا صحیح سمت میں بڑھتا رہے۔ جس طرح ایک مالی مختلف طریقے استعمال کرتا ہے،تاکہ اس کے پودے صحت مند اور سر سبز وشاداب رہیں، بالکل اسی طرح والدین کو اپنے بچوں کی اچھی پرورش کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرنے چاہئے۔اور جس طرح مالی پودے کی ڈالیاں تراشتا ہے اسی طرح کبھی کبھی والدین کو بچوں کی اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ یعنی جب والدین دیکھیں کہ ان کے بچے غلط عادت یارویہ اپنا رہے ہیں توانہیں فوراًان کی اصلاح کرنی چاہئے کہ اس طرح بچے صحیح راہ پر چلتے رہتے ہیں۔ یاد رہے! جس طرح پودوں کو تراشتے ہوئے بہت احتیاط برتنی پڑتی ہے،اسی طرح والدین کو بھی بچوں کی اصلاح کرتے وقت بہت احتیاط اور پیار سے کام لیناچاہیے۔

مفہوم تربیت

"تربیت" عربی کالفظ ہے جس کے معنی ہیں "کسی چیز کواس کے ابتدائی مراحل سے انتہاتک پہنچانااور ان تمام مراحل میں اس کی تمام ضرورتیں پوری کرنا" اب بچہ کی پیدائش سے لے کر موت تک زندگی گزارنے میں جو جو مراحل پیش آتے ہیں ان تمام میں بچے کی پوری رہنمائی واصلاح کرنے کانام تربیت ہے۔

تربیت کاایک اور معنیٰ ایک خاص مقصداور طے شدہ لائحہ عمل کے تحت کسی شخص کواپنے اختیار سے رشد وتکامل تک لے جانایااس کی استعدادی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے علل واسباب فراہم کرنے کانام ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کی اس تربیت کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

---

1. فلسفہ تعلیم وتربیت، دفتر ہمکاری حوزہ ودانشگاہ، ج ا، ص ۱۴۱ ۳، تہران

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ اِلَّا
الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ[1]

بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا ہے پھر ہم نے اسے
پست سے پست حالت میں لوٹا دیا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور
نیک
عمل کرتے رہے توان کے لیے ختم نہ ہونے والا (دائمی) اجر ہے۔

قرآن واحادیث میں لفظ تربیت سے کم استفادہ کیا گیا ہے بلکہ اس کی جگہ پر لفظ ''تزکیہ'' کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے۔ جبکہ معنیٰ دونوں کا ایک ہی ہے۔ جن کی شاہد قرآن کی چند آیات ہیں:

وَاِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ وَمَنۡ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفۡسِہٖ

اور جو شخص پاک ہوتا ہے اپنے لیے ہی پاک ہوتا ہے اور (سب کو) خدا کی
طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

مفہوم عقیدہ

عقیدہ کا لغوی معنیٰ:

عقیدہ دراصل لفظ ''عقد'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کو باندھنا، جیسے کہا جاتا ہے ''اعتقدت کذا'' (میں ایسا اعتقاد رکھتا ہوں) یعنی میں نے اسے (اس عقیدے کو) اپنے دل اور ضمیر سے باندھ لیا ہے۔[2]

مفہوم طرز زندگی

ا۔ طرز زندگی کا لغوی معنیٰ:

طرز طریقہ کار اور ترتیب کے لیے اور زندگی حیات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[3]

---

[1]۔ سورہ والتین، آیہ ۴۔۶

[2]۔ معجم البسیط

[3]۔ مترجم: عصمت عبد سلیم، المنجد، لاہور: مکتب دانیال، ج ۳، ص ۴۶۰

۲۔ طرز زندگی کا اصطلاحی معنی:

اچھے طریقہ کار کو طرز کہا جاتا ہے، جبکہ قرآنی طور طریقے سے علم و عمل کی بلندی کے درجہ پہ فائز یا اس کے حصول کے لئے کوشاں اور اس ترقی کی راہ میں ہونا زندگی کہلاتا ہے پس جو زندگی قرآنی اصولوں اور قرآنی طور طریقوں کے مطابق گزاری جائے اس کو قرآنی طرز زندگی کہا جاتا ہے۔[1]

قرآن و سنت کی روشنی میں تربیت کی اہمیت

تعلیم و تربیت کی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے ہزار سے زیادہ مرتبہ خداوند متعال کو ربّ اور کئی سو مرتبہ عالم یا علیم کا نام دیا ہے۔[2]

انسانی زندگی میں تربیت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے جسکا کوئی بھی ذی شعور انسان انکار نہیں کر سکتا۔ اس اہمیت کی وجہ سے دینِ اسلام نے بھی انسانوں کی تربیت کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور اپنی تعلیمات میں ماں کی آغوش سے لیکر قبر تک تعلیم و تربیت کی کوشش کرتا رہے۔ انسان ذاتاً تربیت کا محتاج ہے، اسکی تمام خفیہ صلاحیتیں اور استعدادیں تربیت کے ذریعے کھلتی اور پھلتی پھولتی ہیں۔ اگر انسان اپنی زندگی میں تربیت کی فرصت کو ہاتھ سے کھودے تو اپنے سب سے قیمتی سرمایے سے محروم ہو جاتا ہے۔

قرآن میں والدین کو مربی قرار دیا گیا ہے اور ان کی قدر و منزلت کا اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ خدا نے بارہا جہاں شرک سے نہی اور اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اس کے بعد والدین کے حق میں احسان و نیکی کرنے کا امر فرمایا ہے اس سے اسلام میں تربیت کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔[3]

تربیت جہاں انسان کی روحانی قوتوں اور صلاحیتوں کو ترقی عطا کرتی ہے اور اسکی جسمانی صلاحیتوں کو تقویت پہنچاتی ہے اور انسان کی انفرادی، اجتماعی و معاشرتی ضروریات کو بھی پورا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تربیت تمام ادوار میں انسانی تہذیب و تمدن کی بنیاد و اساس قرار پاتی ہے۔

---

[1]۔ سید علی نقی نقوی، زندگی کا حکیمانہ تصور، لاہور: معراج کمپنی، چ ۲۰۱۵ء، ص ۲۳

[2]۔ فلسفہ تعلیم و تربیت، ص ۲۲، ج ۱

[3]۔ https://www.tebyan.net/index.aspx?pid=158599

تربیت اسلامی کا فلسفہ :

تمام متکلمین و فلاسفہ الھی کا ماننا ہے کہ اس عالم ہستی کا ایک ہدف و مقصد ہے اور قرآن میں بھی اس ہدف و مقصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ اشارہ مختلف تعبیرات کے پیرائے میں آیا ہے یعنی قرآن کریم نے جسے ہم آج کی اصطلاح میں دین کا ترجمان و منشور کہہ سکتے ہیں کبھی بھی یہ نہیں کہا ہے کہ عالم ھستی اور اس کے مرکزی کردار، انسان کی خلقت، بغیر ھدف و حکمت کے ہوئی ہے بلکہ قرآن کی نظر میں انسان کو پیدا کرنے کا بنیادی ھدف قرب الھی اور کمالات کا حصول ہے اب یہاں اس موضوع پر قرآن کی آیات کا ذکر کرنا ممکن نہیں کیونکہ قرآن میں جگہ جگہ انسان کو گناہوں، غفلت، اور دیگر آفات سے دور رہنے کو کہا گیا ہے جو اسے خدا سے دور کر دیتی ہیں اسی کے ساتھ ساتھ انسان کو تقوی اختیار کرنے اور نیکیوں کی تلقین کی گئی ہے اور اس بات پر تاکید کی گئی ہے کہ انسان خدا سے قربت حاصل کرنے کے راستے میں موجود رکاوٹوں کو ہٹادے لہذا انسان کو اس کے حال پر چھوڑا نہیں جا سکتا بلکہ اس کی ھدایت ضروری ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بعض خواہشوں سے دست بردار ہو جائے، البتہ یہ کسی طرح کی پابندی نہیں ہے وجوب طاعات و ترک معاصی کو پابندی نہیں کہا جا سکتا بلکہ تزکیہ و تطہیر روح و پاکیزگی سرشت و طبیعت کی بنیادی شرط ہے اور جب تک انسان ان سختیوں کا متحمل بلکہ ان پر جان و دل سے راضی نہیں ہو گا خدا کے منظور نظر اہداف کو نہیں پا سکتا اور یہی تربیت اسلامی کا فلسفہ ہے۔

اسلامی تربیت کے فلسفے اور دیگر مکاتب فکر کے تربیتی انداز میں مختلف جات سے فرق ہے، بعض فلسفی مکاتب میں تعلیم و تربیت سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ فلاسفہ، تعلیم و تربیت کے بارے میں بعض نظریات اس مکتب فکر کی مناسبت سے حاصل کر لیتے ہیں لیکن اس کے مقابل اسلام جو فلسفی مکتب نہیں ہے جس طرح سے کہ قرآن، اصطلاحی معنی میں تاریخ یا سماجیات کی کتاب نہیں ہے لیکن اس کے باوجود قرآن و نہج البلاغہ اور رسول و آل رسول علیہم الصلوات والسلام کی احادیث و روایات میں تربیتی مفاھیم و مضامین کثرت سے مل جائیں گے۔[1]

[1] http://www.erfan.ir

تربیت اعتقادی کے اہداف:

اعتقادی تربیت کا مقصد اسلام و قرآن میں کیا ہے؟

جب کامل عقیدہ اور ایمان کی سلامتی کی بنیاد اور اساس تمام افکار انسانی کے حوالے سے ہے، کہ انسان کے تمام اعمال، کی بنیاد عقیدہ ہے تو پھر ضروری ہے کہ صحیح تربیت کی جائے اور عقیدہ کو پختہ ہونا چاہئے۔ عقیدہ توحید قرآن کی روح ہے اور قرآن ہی سے سمجھا جاتا ہے کہ خدا پر ایمان لانا یعنی عقیدہ توحید تمام عقیدوں سے اہم ہے، آسمانی کتابوں، انبیاء، ملائکہ، قضا وقدر، قیامت پر ایمان لانا دوسرے مرتبہ پر اہم ہے۔ البتہ سب سے اہم اور پہلے نمبر پر عقیدہ توحید ہی ہے۔ یہ عقیدہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ٹھیک ہونے سے باقی عقیدے خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔ اسی لیے اگر تاریخ میں نگاہ دوڑائی جائے اور تمام انبیاء کی تبلیغ کو دیکھا جائے تو اس میں بنیادی اور اہم ترین تبلیغ صحیح عقیدہ توحید کی ترویج تھی۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں: قولوا: لا اله الّا الله تفلحوا؛

توحید خالص اگر پیدا ہو جائے تو یہ باقی عقیدوں کی ایجاد کے لیے کافی ہے۔۔ پیغمبروں کی پہلی دعوت خدا پر ایمان لانا تھی اور اعتقادی اصول تھے۔ جس طرح کہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں:

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[1]

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور تم کیسے لوگ ہو کہ خدا پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ (اس کے) پیغمبر تمہیں بلا رہے ہیں کہ اس پر ایمان لاؤ اور اگر تم کو باور ہو تو وہ تم سے (اسکا) عہد بھی لے چکا ہے اگر تم صاحب ایمان ہو۔

باقی قرآن کی سورتوں کا مطالعہ اور بالخصوص سورہ اعراف، ھود اور قصص کا مطالعہ یہ روشن کر رہا ہے کہ انبیاء نے اپنی تربیت کا محور فکر اور اعتقاد کو ٹھرایا ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ

---

[1]۔ سوہ الحدید، آیہ ۸، ۷

تربیت توحیدی رواج پا جائے۔ پس خدا کی شناخت، کہ جس کی ہستی کی حقیقیت یہی ہے کہ تربیت کا پہلا اور اہم ترین ہدف "توحید" ہے۔

تربیت توحیدی کے اصول:

ہر تربیت احاطہ اپنے خاص اصول رکھتا ہے کہ لازم ہے اصول تربیت کے علاوہ یہ اصول اپنی جگہ پر بیان ہوں تربیت میں ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن کو معنوی اصول کا نام دیا جاتا ہے۔ تربیت معنوی کے متعدد اصول ہیں جن کو بیان کیا جائے گا۔

۱۔ فطرت محوری:

قرآن کی نگاہ میں تربیت معنوی کی وہ چیزیں جو اشد ضرورت ہیں ان میں سے ایک فطرت کی طرف نظر رکھنا ہے۔ ایسی فطرت کہ جو بالا صالہ ہو اور اس کے کارخانے میں خدا خواہی پائی جاتی ہے اور ایسی فطرت ہے جو معنوی لذتوں کو بآسانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسی فطرت کہ جس میں صلاحیت موجود ہے کہ وہ رشد و کمال کی تلاش کی طرف مدد دے، تربیت معنوی کے مساوی ہے۔

۲۔ حضور خدا:

خداوندِ متعال کا زندگی کے تمام پہلوؤں و شعبوں میں حاضر ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جسکا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس حقیقت کو پانہیا یعنی اس احساس کا پیدا کرنا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس ذات کے احاطہ قدرت میں موجود ہے جسکی نظر ایک ایک ذرے پر ہے، یہ احساس انسانی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اعتقاد رکھنا اور یاد رکھنا اس حقیقت کے سبب ہے اس بات کا کہ خدا حاضر ہے اور انسان کا یہ اعتقاد زندگی کے تمام لحظات خداوند کی عظمت واقتدار کو ثبت و ضبط کر لیتا ہے۔ حضور خدا کے علاوہ ایک اور اعتقاد یہ بھی ہے کہ خداوندِ متعال انسان کو تمام مشاہدات کے پیش نظر ثواب و عقاب بھی کرتا ہے، یعنی وہ ذات ہمارے تمام اعمال پر ناظر ہے اور یہی وہ احساس ہے جو انسان کی چال اور اسکی مہار کو قابو میں رکھتا ہے۔ یہ اعتقاد فردی و اجتماعی دونوں لحاظ سے ایک بہترین محرک ہے کہ انسان اپنے آپ کو آلودگیوں سے بچا سکے نیز اپنی فطرت کی حفاظت کر سکے، جو کہ معنوی تربیت کا ایک اہم پہلو ہے۔

جیسا کہ خود خداوندِ متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے:

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَمَا نُعۡلِنُ وَمَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ[1]

اے پروردگار جو بات ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے۔اور خدا سے کوئی چیز مخفی نہیں(نہ) زمین میں نہ آسمان میں۔

ایک موحد اور آگاہ انسان جانتا ہے کہ خدا کے علم کے مقابلے میں اس کا علم محدود ہے اور اس کے مصالح کو صرف خدا جانتا ہے، اکثر وہ خدا سے ایسی چیزوں کا تقاضا کرتا ہے جو اس کے لیے قرینِ مصلحت نہیں ہوتیں اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جن میں اس کی مصلحت ہے لیکن وہ ان کے لیے درخواست نہیں کرتا اور کبھی اس کے دل کی آرزوئیں ہوتی ہیں کہ جن سب کو وہ زبان پر نہیں لا سکتا لہذا مذکورہ آیت میں ابراہیم خلیل اللہ خداوند سے کہتے ہیں: ”خدایا تو ان سب چیزوں سے آگاہ ہے جنہیں ہم چھپاتے ہیں اور جنہیں آشکار کرتے ہیں اور زمیں و آسماں میں کوئی چیز خدا سے مخفی نہیں ہے۔

”اگر میں اپنے بیٹے اور بیوی کے فراق میں غمگیں ہوں تو تُو جانتا ہے اور اگر آشکارا بھی میری آنکھ سے آنسو چھلکتے ہیں تو تُو انہیں دیکھتا ہے۔اور اگر غمِ فراق میرے دل پر چھایا ہوا ہے تو بھی تُو جانتا ہے اور تیرے حکم کی اطاعت سے میرا دل ساتھ ساتھ مطمئن بھی ہے تو بھی تجھے خبر ہے۔“[2]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ شَىۡءٌ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ[3]

زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے یقیناً پوشیدہ نہیں ہے۔

” اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور خالق سے اس کی مخلوق پوشیدہ نہیں رہ سکتی نیز کسی چیز اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔جس چیز کو بھی حائل فرض کیا جائے، اللہ اس سے آگے بھی موجود ہے۔لہذا کسی مجرم سے انتقام لینے کے لیے یہ امکان موجود نہیں ہے کہ کوئی بھی جرم اللہ سے پوشیدہ رہ جائے۔خواہ وہ جرم، مجرم کے دل میں ایک پوشیدہ راز ہی کیوں نہ ہو۔جھوٹی گواہی دینے والے کا جرم اس کے قلب میں پوشیدہ ہے۔“[4]

---

[1]۔ سورہ ابراہیم، آیہ ۳۸

[2]۔ مولانا سید صفدر حسین نجفی، تفسیر نمونہ، ج ۶، ص ۱۰۰۔۱۰۱

[3]۔ سورہ آل عمران، آیہ ۵

[4]۔ محسن علی نجفی، تفسیر الکوثر، ج ۲، ص ۱۶

اس تفسیر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کس قدر انسان کی زندگی میں بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں حاضر و ناظر ہے۔

۳۔ آیات الٰہی یعنی قرآن کی تلاوت:

تربیت معنوی کے تحقق کے عوامل میں سے کہ جو عامل موثر ترین ہے، وہ قرآن کے ساتھ انس پیدا کرنا اور عالم مادہ کے پیغامات کے ساتھ انس پیدا کرنا۔ چنانچہ الٰہی انسان تلاوت قرآن کرتے تھے اور مربی خود بھی اس کوشش میں ہوتا تھا کہ اپنے نفس کو مادی عالم سے پاک کرے اور معنوی عالم میں قدم رکھے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ خدایا لوگوں پر ایسی آیات نازل فرما کہ وہ آیات ان کو تزکیہ نفس کرنے میں مدد دیں۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ[1]

اے پروردگار، ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

اس آیت کے علاوہ دیگر اور بھی آیات تقویٰ اور اصلاحِ نفس کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں کہ جن کا مصداق ٹھہرا کر رُوحِ انسانی معنوی مشکلات سے نجات پا سکتی ہے۔[2]

تربیت توحیدی کے طریقے

۱۔ دوران حمل احتیاطی تدابیر:

بچے کی ظاہری اور باطنی صفات (اخلاق) کی تشکیل میں جو مسائل اثر انداز ہوتے ہیں اُن میں سے ایک حمل کے دوران کی احتیاط اور صحیح و مفید خوراک کا استعمال ہے۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں جن میں ان مسائل کی رعایت کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ حمل کے دوران

۱۔ سورہ البقرہ، آیہ ۱۲۹

۲۔ فرج اللہ میر عرب، تربیت اعتقادی و معنوی با نگاہ قرآن پژوھشگاہ علوم و فرہنگ اسلامی، چاپ اول، ص ۱۶۷

"کندر" سے استفادہ کرنے کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: حاملہ خواتین کو "کندر" کھلائیں کہ اگر آپ کو بیٹا عطا ہونا ہے تو پاک دل، عالم اور شجاع ہو گا اور اگر بیٹی نصیب ہو گی تو وہ خوبصورت اور خوش اخلاق ہو گی اور اس طرح اپنے ہمسر کے ہاں قدر و منزلت پائے گی۔[1]

۲۔ اچھا نام رکھنا:

اولاد کے سلسلے میں والدین کو جو ابتدائی مسائل پیش آتے ہیں، اُن میں سے ایک بچوں کے ناموں کا انتخاب ہے اور نام ایسے امور میں سے ہیں جو ہر فرد کی شخصیت اور معاشرے میں اُس پر مؤثر واقع ہوتے ہیں۔ جدید ترین علمی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ہر نام کی ایک مخصوص ٹون اور فریکوئنسی ہوتی ہے جس کا صاحبِ نام کی شخصیت اور حتی معاشرے میں اُس کے بارے میں لوگوں کے تاثرات کے بارے میں اثر ہوتا ہے۔ اس مسئلے کی اسلامی تعلیمات میں بہت تاکید ہوئی ہے اور بہت زیادہ روایات موجود ہیں؛ حضرت امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: " بچے کے بارے میں پہلا اقدام جو شخص کو انجام دینا چاہیے وہ اس کا اچھا نام رکھنا ہے پس سب لوگوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کے اچھے اچھے نام انتخاب کریں۔"[2]

اور امام ہشتم علیہ السلام سے جب سوال کیا گیا کہ "بچے کا باپ پر کیا حق ہوتا ہے؟" تو فرمایا: "اُس کے لیے نیک نام کا انتخاب کرے اور اس کے ادب و تربیت میں کوشاں رہے۔"[3]

اگرچہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے کلی طور پر اچھا اور نیک نام انتخاب کرنے اور رکھنے کی تاکید فرمائی ہے لیکن اس کے ساتھ اچھے ناموں میں سے بیٹوں کیلیے "محمد" اور بیٹیوں کیلیے "فاطمہ" کی خصوصی تاکید بھی فرماتے ہیں چنانچہ حضرت کا فرمان ذیشان ہے:

اَلبیت الذی فیه اسم محمد یصبح أهله بخیر و یَمسُون بخیر[4]

جس گھر میں "محمد" نام موجود ہو اُس گھر میں صبح و شام خیر و برکت رہتی ہے۔

---

[1]۔ فیض کاشانی، محمد بن شاہ مرتضی (۱۴۱۵ق). الوافی (ج ۲۳، ص ۱۳۱۳). اصفہان: مکتبۃ امیر المومنین

[2]۔ حر عاملی، محمد بن حسن (۱۴۱۲ق). وسائل الشیعہ (ج ۲۱، ص ۳۸۸). تہران: انتشارات مہر

[3]۔ ایضاً، ۴۷۹

[4]۔ مجلسی، محمد باقر (۱۳۹۵ق). بحار الانوار (ج ۱۰۱، ص ۱۳۱). تہران: دار الکتب الاسلامیۃ

اور اسی طرح فرماتے ہیں:

لا يَدخُلُ الفَقرَ بَيتاً فيه اسم فاطمة من النّساء[1]

جس گھر کی خواتین میں سے کسی کا نام "فاطمہ" ہو، اس گھر میں فقر و مُفلسی داخل نہیں ہوتی۔

۳۔ بچوں کا احترام:

بچوں کیلیے فقط اچھے نام کا انتخاب کافی نہیں ہے بلکہ سزاوار ہے کہ بچوں کے ساتھ خوبصورت لب و لہجہ اور بہترین الفاظ و جملات کے ذریعے گفتگو کی جائے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ میں اپنے فرزند امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح کی روش قابل مشاہدہ ہے کہ شروع سے اپنے بیٹے کا نام لینے کی بجائے احترام سے کنیت پُکار کر گفتگو فرماتے تھے اور فرماتے تھے "میں نے ابو جعفر سے یوں کہا اور ابو جعفر نے یوں لکھا۔"

راوی کہتا ہے: جس سال میں حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان جانے کا ارادہ رکھتے تھے، پہلے حج کا فریضہ ادا کرنے کیلیے مکہ کو روانہ ہوئے، میں بھی اُن کے ہمراہ رہنے کا شرف رکھتا تھا۔ جس وقت حضرتؑ خانۂ خدا کے ساتھ الوداع کر رہے تھے، حضرتؑ کے فرزند ابو جعفرؑ ایک پتھر پر تشریف فرما تھے اور وہاں سے نہیں اُٹھ رہے تھے، امام رضا علیہ السلام کے موفق نامی ایک غلام نے حضرت کو اس ماجرا سے آگاہ کیا۔ امامؑ نزدیک تشریف لائے اور فرمایا: "میرے پیارے بیٹے اُٹھ کیوں نہیں رہے؟" عرض کی: "کس طرح اُٹھوں جبکہ آپ نے خانۂ خدا کے ساتھ اس انداز میں الوداع کیا ہے گویا پھر یہاں واپس نہیں آئیں گے۔"[2]

جیسا کہ ملاحظہ کر رہے ہیں حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام ۶ یا ۷ سال کے تھے اور امام رضا علیہ السلام اُنہیں ادب و احترام بھرے الفاظ سے پکارتے تھے، غلام بھی حضرتؑ کی روش کی پیروی کرتے تھے اور اس طرح نہایت ادب و احترام سے پیش آتے تھے۔

---

[1]۔ حر عاملی، محمد بن حسن (۱۱۰۴ق). وسائل الشیعۃ (ج۱۵، ص۱۲۹). تہران: انتشارات مہر

[2]۔ مجلسی، محمد باقر (۱۳۹۵ق). بحار الانوار (ج۴۹، ص۱۲۰). تہران: دار الکتب الاسلامیۃ

اولاد کے ساتھ مؤدبانہ اور محترمانہ روش وسلوک کے بہت زیادہ آثار و برکات ہیں، ایک اثر اور برکت یہ ہے کہ یہ احترام بچوں کی شخصیت کی تشکیل میں نہایت مثبت اثرات مرتب کرتا ہے اور انہیں مؤدب اور محترم بنا دیتا ہے۔ جس بچے کو اپنے والدین سے احترام و عزت نصیب ہو، وہ سیکھ لیتا ہے کہ باپ، ماں اور دیگر افراد کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آئے اور مؤدب ہو کر گفتگو کرے۔

۴۔ اولاد کے ساتھ محبت:

یہ قدرتی امر ہے کہ ہر باپ اور ماں اپنے بچوں سے محبت رکھتے ہیں۔ ایک روایت میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے بچے سے محبت کو باپ اور ماں کی محبت کے ساتھ قرار دیا ہے۔

ایک دن حضرتؑ نے اپنے ایک صحابی سے پوچھا: کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا تمہاری اولاد ہے؟ عرض کی: جی ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: پس تمہارے لیے اولاد کے ساتھ نیکی کرنا والدین کے ساتھ نیکی کرنا شمار ہوتا ہے۔

پھر امامؑ نے مزید فرمایا: "اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک روا رکھو کیونکہ وہ تمہیں اپنا روزی رسان (رازق) خیال کرتے ہیں۔"[1]

۵۔ بیٹی اور بیٹے کے درمیان فرق:

اگرچہ اسلام میں اولاد کے درمیان فرق نہیں پایا جاتا اور ان کے درمیان مساوات و برابری کی رعایت دینی دستورات میں سے ہے لیکن بعض مسائل میں بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دینا ایک اصول کی طرح پہچانا جاتا ہے کیونکہ بیٹیاں زیادہ حساس اور ظریف و نفیس طبع ہوا کرتی ہیں اور اگر ان کی ان خصوصیات کو نظر انداز کیا جائے تو وہ رنجیدہ خاطر اور ناراض ہو جاتی ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اس کی رعایت کرنے کی ضرورت کے بارے میں اپنے جدّ بزرگوار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں روایت فرماتے ہیں:

انّ اللہ وتبارک و تعالیٰ علیٰ الاِناث اَرَقُّ منه علی الذکور، وما مِن رجُل یُدخِلُ فَرحةً علیٰ امراۃ بینه و بینها حُرمَةُ الاّ فَرَّحَهُ اللہُ یومَ القیامة[1]

[1] نوری، حسین (۱۴۰۷ق). مستدرک الوسائل (ج ۱۵، ص ۱۷۰). بیروت: آل البیت

یعنی خداوند تبارک و تعالیٰ مردوں کی نسبت خواتین پر زیادہ مہربان تر ہے اور جو مرد بھی اپنی کسی محرم خاتون کو مسرور و خوشحال کرے تو خداوند متعال بھی بروزِ قیامت اُسے شاد و مسرور کرے گا۔[1]

۶۔ عہد و پیمان پر پُورا اُترنا:

بچے کی تربیت ایک ایسا امر نہیں ہے جس کا آغاز بچے کی پیدائش کے ساتھ ہوتا ہو بلکہ بچے کے ذہن اور شخصیت کا بڑا حصہ اُسے اپنے باپ اور ماں سے بطور وراثت ملتا ہے اور بچہ بہت زیادہ کاموں میں اُنہیں کی تقلید کرتا ہے لہٰذا اُن صاحبِ فرزند ہونے والے دونوں افراد کو اخلاقی مسائل جیسے عہد و پیمان پر پورا اُترنے یا وعدہ وفا کرنے کے بارے میں درست عمل کرتے رہنا چاہیے۔ بچہ ہمیشہ اپنے باپ اور ماں کو رفتار و کردار میں اپنے لیے نمونۂ عمل سمجھتا ہے اور ان کے تمام اعمال و افعال پر غور کرتا ہے اس لیے وہ اپنے والدین کی زندگی میں عہد و پیمان پر پورا اترنے کی خاصیت کا ملاحظہ کرتے ہوئے بچپنے سے ہی اپنانے لگتا ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرماتے ہیں: ”جب بھی اپنے بچوں کو وعدہ دو تو اپنا وعدہ پورا کرو کیونکہ بچے (اپنی بچگانہ فکر میں) تمہیں رزق پہچانے والے خیال کرتے ہیں اور خداوند متعال خواتین اور بچوں پر ظلم کرنے سے جس قدر غضبناک ہوتا ہے، اس قدر کسی اور چیز پر غضبناک نہیں ہوتا۔“[2]

بے شک جب حقیقت اس طرح سے ہے تو اگر خدانخواستہ کسی گھر میں بچے اپنے والدین سے ہمیشہ بدعہدی مشاہدہ کریں تو اُن پر بُرا اور نامطلوب اثر پڑے گا اور اپنے والدین پر اعتماد ہاتھوں سے دیتے رہیں گے اور شاید کہا جاسکے کہ اس مسئلے کا بہت بُرا اثر بچوں کی بلوغت کے زمانے میں ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت بچے کسی بھی اور وقت سے زیادہ اپنے والدین کی رہنمائی کے محتاج ہوتے ہیں۔ جو بچے اپنے والدین پر بداعتمادی کی فضا میں بڑے ہوتے ہیں وہ معاشرے کے کسی اور فرد پر بھی اعتماد نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ ایسے بچے اپنی زندگی میں زیادہ صدمے اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

۱۔ حر عاملی، محمد بن حسن (۱۴۱۲ق). وسائل الشیعہ (ج۱۵، ص ۱۰۴). تہران: انتشارات مہر

۲۔ مجلسی، محمد تقی (۱۳۶۷ق). مرآۃ العقول (ج۲۱، ص. ۸۷). تہران: دار الکتب الاسلامیۃ.

حضرت امام رضا علیہ السلام اس موضوع کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں: "اس سلسلے میں کوتاہی کرنے سے خداوند متعال ناراض ہوتا ہے۔" اس نورانیت بھرے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں سے سلوک کرنے کے بارے میں والدین کے سامنے فقط بچے ہی نہیں ہوتے بلکہ خود خداوند متعال کی رضایت یا ناراضگی کا سامنا بھی ہوتا ہے، خداوند متعال بچوں کے ساتھ نامناسب سلوک روا رکھنے پر ناراض اور غضبناک ہوتا ہے۔

۷۔ بچوں میں یقین اور خود اعتمادی پیدا کرنا:

انسان کی شخصیت پر اثرانداز ہونے والی صفات میں سے ایک خاص صفت اس میں یقین، مستقل مزاجی اور خود اعتمادی کا وجود ہے، اچھی صفات کی بناء پر انسان کے کام بھی بہترین، قابل تعریف اور پائیدار ہوتے ہیں۔ قابل توجہ یہ نکتہ ہے کہ یہ صفات بچپن سے انسان میں پیدا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

ایک روایت میں ذکر ہوا ہے کہ ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایک صحابی نے حاضر ہو کر اپنے بیٹے کی شکایت کی کہ اُس نے میرا مال تباہ کر دیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ مال اُس نعمت کے مقابلے میں جو خداوند متعال نے تمہیں عطا فرمائی ہے اور اُس کی برکت سے یہ مال بھی تمہیں دیا ہے، بے حیثیت ہے۔[۱]

اس روایت سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام علیہ السلام کے نزدیک فرزند کی تربیت، اس میں خود اعتمادی پیدا کرنا، اُسے دوبارہ فرصت دینا، مالی نقصان سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اُس شخص کے بہت زیادہ مال کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے نہ فقط افسوس کا اظہار نہیں کیا بلکہ اُسے یاد دلا رہے ہیں کہ خداوند متعال نے فرزند جیسی نعمت کی بدولت اُسے مال بھی عطا فرمایا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ امام علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ بچوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ خود اعتمادی کی مہارت پیدا کرنے کیلیے بچے کو دوبارہ موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔

۱۔ ایضاً، ص ۸۴

نتیجہ:

اس مقالے میں تربیت اولاد کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تربیت جیسے عمل سے پہلے اس کا زمینہ فراہم کرنا اور دوران تربیت خاص اصول وضوابط پر عمل کرنا کہ جن پر عمل پیرا ہو کر صحیح معنوں میں تربیت کرنے کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ بچے کی توحیدی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ والدین بچے کی پیدائش سے پہلے ہی تربیت کے طریقوں سے آگاہ ہوں اور ان طریقوں اور اصولوں سے آگاہ ہونے کے لیے قرآن و سنت کا سہارا لیں کہ جس کے ذریعے بہترین توحیدی تربیت کی جا سکتی ہے۔

فہرست منابع

۱۔ قرآن مجید

۲۔https://www.tebyan.net/index.aspx?pid=158599

۳۔http://www.erfan.ir

۴۔ سید صفدر حسین نجفی، تفسیر نمونہ، ج۶، ص۱۰۰۔۱۰۱

۵۔ محسن علی نجفی، تفسیر الکوثر، ج۲، ص۱۶

۶۔ فرج اللہ میر عرب، تربیت اعتقادی و معنوی با نگاہ قرآن پژوهشگاہ علوم و فرہنگ اسلامی، چاپ اول، ص۱۶۷

۷۔ فیض کاشانی، محمد بن شاہ مرتضی (۱۴۱۵ق). الوافی (ج ۲۳، ص ۱۳۱۳). اصفهان: مکتبۃ امیر المومنین

۸۔ حر عاملی، محمد بن حسن (۱۴۱۲ق). وسائل الشیعہ (ج۲۱، ص۳۸۸). تہران

۹۔ محمد تقی (۱۳۶۷ق). مرآۃ العقول (ج۲۱، ص. ۸۷). تہران: دار الکتب الاسلامیۃ۹۔ مجلسی

۱۰۔ حر عاملی، محمد بن حسن (۱۴۱۲ق). وسائل الشیعہ (ج۲۱، ص۳۸۸). تہران: انتشارات مہر.

۱۱۔ مجلسی، محمد تقی (۱۳۶۷ق). ۱۱۔ مرآۃ العقول (ج۲۱، ص. ۸۷). تہران: دار الکتب الاسلامیۃ.

۱۲۔ نوری، حسین (۱۴۰۷ق). مستدرک الوسائل (ج۱۵، ص۱۷۰). بیروت: آل البیت .